ڈاکٹر الماس خانم ، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور
شگفتہ عثمانی، پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر محمد اقبال شاہد، شعبہ فارسی جی سی یونیورسٹی لاہور
Dr. Almas Khanum, Assistant Professor, Department of Urdu, Govt College University, Lahore.
Shagufta Usmani, Scholar PhD, Department of Urdu, Govt College University, Lahore.
Dr Muhammad Iqbal Shahid, Chairperson Department of Persian GCU Lahore.

ریاض حسین چودھری کے شعری مجموعے ”غزل کا سہ بکف کا فکری میلان (تجزیاتی مطالعہ)

POETRY COLLECTIONS BY RIAZ HUSSAIN CHAUDHARY “GHAZAL KA SA BAKAF” INTELLECTUAL INCLINATION (ANALYTICAL STUDY)

Abstract:
"Ghazal Kasa Bakaf" is a significant religious poetry book by Riaz Hussain Chaudhary a poet of unique norms of religious poetry. He deliberately experience to communicate his emotions, school of thought with remarkable poetic virtues with due boundries of of religon.

Key Words: *Ghazal Kasa Bakaf, Religious, Poetry, Riaz Hussain Chaudhary.*

ریاض کا ”ریاض“ نصف صدی پر محیط ہے۔ اس دوران میں آپ دنیائے ادب سے ایک دن کے لیے بھی غیر حاضر نہیں رہے۔ ریاض حسین چودھری وطن کے ممتاز نعت نگار ہی نہیں معروف غزل گو بھی ہیں۔ آپ ۸ نومبر ۱۹۴۱ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے آپ کے والدِ گرامی الحاج چودھری عبد الحمید نامور صنعتکار اور تاجر تھے۔ اپنے زمانہ طالبِ علمی میں مرے کالج میگزین کے دو سال مدیر رہے۔(۱)

آپ کالج کی بزم اردو کے صدر بھی تھے۔ ۱۹۶۳ء میں مرے کالج ہی سے گریجویشن کیا۔ دو سال تک لاء کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور کے مجلے ”المیزان“ کے اردو سیکشن کے بھی مدیر رہے۔(۲)

ریاض کے تعلیمی سفر میں مرے کالج میں آسی رامپوری کی شخصیت اُن کی ادبی تراش خراش اور سخن وری کی آبیاری کرتی رہی۔ ریاض مرے کالج میگزین کے مدیر اور بزمِ اردو کے صدر رہے جو ان کی اردو ادب سے دلچسپی اور مہارت کا ثبوت ہے۔ وہ دو بار حلقہ اربابِ ذوق کے سیکریٹری کے عہدے پر فائز رہے۔ رائٹرز گلڈ سب ریجن کی سیکرٹری شپ بھی کرتے رہے۔

ڈاکٹر خورشید رضوی اُن کے نعتیہ مجموعے ''آبروئے ما'' کے دیباچے میں لکھتے ہیں۔ ''ریاض حسین چودھری ابتداء ہی سے اپنی فنی توجہ نعت گوئی پر مرتکز رکھے ہوئے ہیں اور اس میدان میں اُن کی خدمات کا اعتراف قومی سطح پر کیا جا چکا ہے چنانچہ اُن کے دو نعتیہ مجموعے ''رزقِ ثنا'' اور خلد سخن صدارتی ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ حکومتِ پنجاب کی طرف سے سیرت ایوارڈ بھی اُن کے حصے میں آیا۔ جادۂ نعت پر چودھری صاحب کا بے تکان سفر وفاداری و استواری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ (۳)

ریاض حسین چودھری نے ۲۰ سے زائد مجموعے تقریباً ساٹھ ہزار اشعار اردو ادب کو دیئے اُن میں سے چھ صدارتی و سیرت ایوارڈ کے حق دار ٹھہرے۔ اُن کی کتاب ''تمنائے حضوری'' بیسویں صدی کی آخری طویل نظم اور ''سلام علیک'' اکیسویں صدی کی پہلی طویل نظم ہے۔

۳۵ سال کاروباری زندگی میں مصروفیت کے باوجود اُن کا قلم مذہبی شاعری میں مصروف رہا پھر ۱۹۹۶ء میں تحریک منہاج القرآن سیکریٹریٹ لاہور کے پندرہ روزہ ''تحریک'' کے دس سال تک مدیر اعلیٰ کے بھی فرائض سرانجام دیتے رہے۔

۲۰۰۲ء میں ایک حادثے کے بعد تکلیف دہ دن گزارے۔ یونہی مصروف مدحتِ محبوب کردگار ۶ اگست ۲۰۱۷ء میں نعت نگاری کا یہ منفرد لہجہ راہی ملکِ عدم ہوا۔

رزق ثنا ہو یا ہو زرِ معتبر ریاض
ہر شاعرِ نبی ﷺ کا قصیدہ بھی روشنی (۴)

''شرعی اصطلاح میں نظم و نثر کے اُس ٹکڑے کو حمد کہتے ہیں جس میں ذات باری کی تعریف و توصیف کی گئی ہو اور یہ اصطلاح مولائے کریم نے خود اپنے لیے مخصوص کی۔ ملاحظہ ہو ''الحمد للہ رب العالمین۔ (۵)

اردو ادب کی تاریخ میں ابتدا ہی سے شعرا کا یہ طریقہ رہا کہ اُن کی کتب کا آغاز حمد سے ہو۔ سو غزل کاسہ بکف کا آغاز ریاض حسین چودھری حمد باری تعالیٰ کرتے ہیں۔ جس کا عنوان قادرِ مطلق ہے۔ حمد کی ابتدا ایک دعا سے کرتے ہیں جو ہر توحید کے پروانے کی تمنا ہے۔ انہوں نے یہ حمد مکہ معظمہ میں لکھی۔

مرے خدا! کبھی سوکھے نہ میرے نطق کی جھیل
زمین تشنہ پہ جاری ہو پانیوں کی سبیل (۶)

شاعر مناجات کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ اے میرے اللہ میری زبان ہمیشہ آپ کی شان میں رطب اللسان رہے۔ پانی کی سبیل سکون کی دولت سے مالا مال کرتی ہے۔ حمد میرے دل کو سیر اب کرے گی۔ یہ شعر توحید کی شمع کے دیوانوں کے دلوں اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

ایک اور شعر اسی حمد سے دیکھیے۔

توہی جمال کا پیکر، توہی جلال کی چھب
توہی ہے قادرِ مطلق، توہی ہے رب جلیل (۷)

اللہ پاک کا ارشاد ہے۔

ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام (۸)
ان اللہ علی کل شیءقدیر (۹)
اللہ جمیل۔ (حدیث مبارک)

شاعر کے شعری عمل کو دیکھیے تو مندرجہ بالا آیت کا شعری اظہار ہے وہ کہتا ہے کہ خدایا! توہی سراپا جمال، حسن اور یہ حسین و جمیل کائنات اس کا بین ثبوت ہے دوسری جانب کوئی نہیں جو اس کے جلال و عظمت کے شمہ برابر بھی ہو۔ کائنات اس کے جمال و جلال کا بھرپور اظہار ہے۔ دوسرے مصرعے پہ جائیں شاعر رب اللعالمین کو وہ قدرت رکھنے والا بتارہا ہے۔ جس کا کوئی ہمسر برابر نہیں۔

ایک مناجات میں وہ لکھتے ہیں۔

میرا کاسہ بھی، دامن بھی، خالی ہوا، یا خدا!
یا خدا! اپنی رحمت کے دینا ہزاروں بحر و بر (۱۰)

اس شعر میں شاعر اپنی تہی دامنی کو بیان کرتے ہوئے کہ میرا سب کچھ ختم ہو گیا۔ اے بڑے مہربان، رحمتوں والے آقا میرا دامن اپنی رحمت سے بھر دیں۔ خود کو اللہ کے در کا گدائے بے خانماں ظاہر کر رہا ہے۔

غزل کاسہ بکف میں ان کی شامل حمدیہ نظمیں

والذین امنوا اشد حبا للّٰہ (۱۱)

کا تحریری اظہار ہیں۔ ہر شعر اللہ سے محبت، اُس کی ذات کی اطاعت اور اللہ سے مانگو کہتا نظر آتا ہے اور حمدیہ کلام میں ربِ کائنات کے حضور دست دعا دراز نظر کرتا آتا ہے۔ ایک اُمید و بیم، خوف ورجا، خشیت الٰہی اور رب سے جڑے رہنے کا تصور دیکھا جا سکتا ہے۔

''نعت کا لفظ شاعری کی کسی ہیئت کی طرف نہیں بلکہ صرف موضوع کی جانب اشارہ کرتا ہے یعنی شاعری کی مختلف ہیتوں مثلاً قصیدہ، مثنوی، غزل، رباعی، قطعہ یا مسدس وغیرہ میں سے کسی بھی ہیئت میں نعت کہہ سکتے ہیں۔

''اردو کی نعتیہ شاعری میں وہی علامتیں استعمال کی گئی ہیں جو اردو غزل میں بھی ملتی ہیں مگر نعت کی دنیا میں یہ علامتیں نئی معنویت حاصل کر لیتی ہیں۔''(۱۲)

بقول ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط (بھارت) ''بہ لحاظِ تقدیسی ادب، نعت کو تنقید سے بالا تر سمجھنا ادب میں انتہا پسندی اور بہ لحاظ صنفِ سخن نعت کو دیگر اصناف کی طرح جا و بے جا ہدفِ نقد بنانا بھی انتہا پسندی ہے۔ ان دونوں کے انتہاؤں کے بین بین نعت کے تقدس اور تقدیسی ادب کے تقاضوں کے لحاظ اور نعت کے فنی لوازمات کا خیال رکھتے ہوئے نعتیہ شعر و ادب کو میزان تقدیر پر تولنا، شستہ و شائستہ تنقید کی عمدہ مثال ہے۔'' (۱۳)

''شاعر کن باتوں کا بار بار اعادہ کرتا ہے اور اکثر کن افکار کے دائرے میں گھومتا ہے۔ کلام کا تعلق شاعر کے ذہن سے کیا ہے۔ (۱۴)

''ہر فن پارے میں خارجیت اور داخلیت کا امتزاج ملتا ہے۔''(۱۵)

لکھتا ہوں لوحِ دل پہ ثنائے رسول ﷺ جب

بو سے قلم کے لیتی ہے خوشبو بھری ہو (۱۶)

ثنائے حبیب میں وہ یوں لکھتے ہیں کہ جب میں اپنے دل میں نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرتا ہوں تو ہر طرف ایک خوشبو پھیل جاتی ہے۔ آپ ﷺ کی آمد اُس محفل میں ہو جاتی ہے۔ سو ہر طرف خوشبو بھری ہوا پھرتی ہے اور اُس قلم کو چومتی ہے جو دل پر حبیب کبریا ﷺ کی ثنا تحریر کرتا ہے۔

فضائے نعت میں اُڑتا نہیں تھکتا
مرا قلم بھی ہے جبریلؑ کے پروں کی طرح (۱۷)

یہاں ریاض حسین چودھری اپنی زود سخنی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں ہر وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں مصروفِ سخن رہتا ہوں۔ میرا قلم جبریلؑ امیں کی طرح نعت کی محفل میں مصروف رہ کر بھی تھکتا نہیں۔

ہے ہر حدیث پاک آپ ﷺ میرے لیے سند
ہاں، معتبر ہے صرف حوالہ حضور ﷺ کا (۱۸)

آپ ﷺ کی ذات والاصفات سے ایسی عقیدت رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی بات آپ ﷺ کی حدیث اُن کی زندگی کا سب سے معتبر حوالہ ہے اُس کے علاوہ کوئی بات اتنی اہم نہیں جسے وہ قابلِ عمل جانیں۔

کشتِ ایماں میں بھی، معبدِ جاں میں بھی آنسوؤں سے بھری چشم حیراں میں بھی
وادی عشق کی اپسرائو! سنو! پھول کھلتے رہے نعت ہوتی رہے (۱۹)

اس شعر میں ریاض حسین کی فکرِ نعت ایک سماں باندھ رہی ہے اُس فکر میں زندگی کا ہر زاویہ، ہر لمحہ، ہر خیال نعت نبی ﷺ میں مصروف ہے اور عشق نبی ﷺ میں ڈوبے لوگوں کو بھی مخاطب کر کے اُن لمحوں کے راز دار بنا رہے ہیں۔

میرا بچپن مری مدحت نگاری کا تسلسل ہے
میں کیوں عمرِ گذشتہ کو بھی عمرِ رائیگاں لکھوں (۲۰)

عام طور پر شعرا یہ بات کہتے سنائی دیتے ہیں کہ اُن کی عمر میں رہ رائیگاں لمحے ہیں جو عشق نبی ﷺ سے غافل تھے لیکن غزل کا سہ بکف کا شاعر اس بات پر نازاں ہے کہ وہ بچپن ہی سے نعت نبی ﷺ لکھتا چلا آرہا ہے۔ اس لیے اُس کی عمر کا ہر لمحہ ثناخوانی رسول ﷺ میں مصروف رہنے کی سعادتِ سعید رکھتا ہے۔

غزل کاسہ بکف میں ریاض حسین چودھری نے نبی کریم ﷺ کی ذات کو سرمایہ دوجہاں قرار دیا گرچہ مضمون نیا نہیں لیکن وہ جگہ جگہ ورفعنا لک ذکرک کی تائید میں لکھتے ہیں۔

احمد، خدا نے نام رکھا ہے حضور ﷺ کا
تا حشر ہوتا رہنا ہے چرچا حضور ﷺ کا (۲۱)

انھوں نے لکھا کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کا نام احمد رکھ دیا جو اس بات پر دلیل ہے کہ آپ ﷺ کا چرچا روزِ قیامت تک جاری رہے گا۔

آپ ﷺ کی سنت وسیرت کو زمانے بھر میں معتبر ان الفاظ میں بتایا۔

کھڑے تھے احتراماً اہلِ دُنیا کتنی صدیوں سے
ہتھیلی پر لیے اپنے ہنر، کل شب جہاں میں تھا (۲۲)

ریاض حسین چودھری کی فکر نے ایک مختلف لہجہ اختیار کیا کہ تمام دُنیا کے ہنر مند یعنی وہ لوگ جو دنیا میں کچھ مقام رکھتے ہیں وہ میرے آقا ﷺ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں اُن کے قلم نے اس بات کو اُس محفل میں خود کو ظاہر کیا جو اُن کے تخیل کی بھرپور پرواز ہے۔

تغزل ریاض حسین چودھری کا نعتیہ فکر کا رنگ ہے مگر نعت میں ادب کے دائرے قائم رکھنا ایک مذہبی فریضہ ہے جس سے سر مو انحراف تمام اعمال اکارت کرنے کا سبب بن سکتا ہے سو شاعر بار بار خود کو پابند بناتا ہے ہر لہجے، انداز، بیان میں ادب کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتا، بقول شخصے ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔

لباسِ عجز میں رہنا پسند ہے اس کو
قلم، حضور ﷺ میرا صوفیوں کی طرح (۲۳)

ریاض حسین چودھری نے ادب کے دائرے میں ایک نئی طرز، فکر کا دامن پکڑا۔ شاعر نے اپنے قلم کو صوفی جو مسلم معاشرے میں خانقاہی مدار کا وہ نمائندہ ہے جو عشقِ حقیقی میں باادب رہنے کی علامت ہے، قرار دیا ہے کہ وہ صوفیوں کی طرح عجز وانکساری میں رہ کر ثنائے حبیب کا فریضہ انجام دینا پسند کرتا ہے۔

"غزل کاسہ بکف" میں ریاض حسین چودھری کا نبی کریم ﷺ کی ذات سے تعلق محبت ایک ایسی لڑی میں پرویا نظر آتا ہے جو بہت مستحکم و مضبوط ہے جو بروزِ حشر بھی اُن کے لیے پیغام شفاعت و شفقت ہے۔

ازل سے تاج مدینہ کی میں رعایا ہوں

اسی لیے مرے سر پر ہے شفقتوں کا ہجوم (۲۴)

ریاض حسین چودھری نے خود سپردگی کا انداز اپنایا خود کو، اُن کی رعایا بتایا اور پھر اس بات کا اظہار نظر آرہا ہے۔ کہ آقا ﷺ اپنی اُمت سے کتنی محبت و شفقت فرماتے ہیں اُن کی شفقتِ بے پناہ کے لیے شاعر کی فکر شفقتوں کا ہجوم لفظ استعمال کرتی ہے۔

اللہ کریم سورۃ الاحزاب میں فرماتے ہیں۔

النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم۔ (۲۵)

یعنی نبی کریم ﷺ کی ذات مومنین کے لیے اُن کی جانوں سے افضل ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت بے مثل آپ ﷺ کا کردار اسوۃ حسنہ ہے اس موضوع کو غزل کاسہ بکف میں دیکھتے ہیں۔

ہے ہر حدیث، آپ ﷺ کی، میرے لیے سند

ہاں، معتبر ہے صرف حوالہ حضور ﷺ کا (۲۶)

شاعر کا کہنا ہے آپ ﷺ کی ہر بات میرے لیے معتبر ترین بات ہے سند ہے کیونکہ اللہ کے حبیب ﷺ کی بات، حدیث کا حوالہ جہاں بھی آجائے کوئی مومن اس کے بعد اپنی رائے دینے کا مجاز نہیں رہتا کجایہ کہ خود کو آپ ﷺ کی ذات سے زیادہ معتبر سمجھے نبی کریم ﷺ کا فرمان کا مفہوم ہے کہ تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے اپنی جان اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز نہ ہو جائوں۔

درود و سلام پڑھنا خود خدا کا فعل ہے اور ہمارے لیے ایک حکم ناطق کی حیثیت رکھتا ہے یعنی تقلید خدا اور تعمیل حکمِ خدا۔ سورۃ الاحزاب میں ارشاد خداوندی ہے۔ ”بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی اُن پر درود و سلام بھیجو“ ۲۷ اس بات کو غزل کاسہ بکف میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

درود پڑھتا ہوں اُن پر حکمِ الٰہی ہے

سلام کرتا ہوں آقا کو قدسیوں کی طرح (۲۸)

شاعر حکمِ خدا کی تعمیل میں درود پڑھتا ہے اور اپنے سلام عرض کرنے کو قدسیوں کی طرح سلام پڑھنا کہتا ہے السلام علیک ایھا النبی کی صدائیں بلند کرتا ہے۔

اتباع نبی ﷺ اصل ایماں ہے کہ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا۔

”من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ۔ (۲۹)

جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی پس اُس نے خدا کی اطاعت کی۔ اب زیرِ تجزیہ کتاب میں اس موضوع کو دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ صاحبِ کتاب نے اس کو اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔

آقا کی ذات جس کی فضیلت کا تعارف بیان یٰس، طٰہ، مبشر، مدثر سراجاً منیرا کہہ کر قرآن کرواتا ہے۔ جس کو شعراء

لا یمکن الثنا لقد کا نٔ حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کہہ کر معذوری کا اعلان کرتے ہیں۔ صدیوں سے فضائل نبوی ﷺ کے بیان میں شعر ارطب اللسان ہیں تو غزل کاسہ بکف کا شاعر بھی ثنائے حبیب خدا کے موضوع پر ان گنت شعر لکھتا چلا جاتا ہے۔

اُلٹتے جب بھی ہیں پہلا ورق تاریخ عالم کا

ہزاروں مشعلیں تعظیم پیغمبر کی ملتی ہیں (۳۰)

شاعر ازل کے اُجالوں میں وہ ہزاروں مشعلیں اپنے زورِ تخیل سے دیکھ پاتا ہے جو 'تُعَزِّرُہ' 'تُعَقِّرُوہ' کی تفسیر ہیں یعنی نبی ﷺ کی عزت و توقیر کہ وہ اُن مناظر کو تخیل کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور ہمارے سامنے تاریخ عالم پہلے ورق پر موجود اُن تعظیمی مشعلوں کو گویا روشن کر کے رکھ دیتا ہے۔

اردو نعت میں استغاثہ کی روایت اگر چہ ابتدا ہی سے رہی ۱۸۵۷ کے بعد اس باب میں حالی، مولانا ظفر علی خان اور احمد رضا خان بریلوی کے نام نمایاں رہے۔ ریاض حسین چودھری کا بھی یہ ایک خاص موضوع ہے۔ امتِ محمدیہ ﷺ کی خستہ حالی، درماندگی، افتادگی، بے بسی اپنے ہاتھوں اپنی بربادی کو انہوں نے غزل کاسہ بکف میں خاص مقام دیا بلکہ کتاب کا عنوان ہی اس بات کی وضاحت ہے کہ وہ اپنی غزل کو بحضور ﷺ سرورِ کونین یوں لکھتے ہیں جیسے کاسہ بکف لیے کھڑے ہیں۔

اسے حضور ﷺ ملے دلکشی بہاروں کی

شبِ زوال ہے جلتی ہوئی رتوں کی طرح (۳۱)

شاعر کا قلم استغاثہ پیش کرتے ہوئے کہتا ہے۔ حضور پاک ﷺ امت محمدیہ ﷺ کی زوال زدہ جھلساتی ہوئی رتوں، موسموں جیسی شب کو بہار کی دل کشی عطا کر دیں تاکہ خیر امہ پھر سے اپنے مقام گم کردہ کو حاصل کرے۔

ایک اور شعر میں اُن کا استمدادیہ لہجہ محسوس کیجیے بولتا دُکھ ایک دردمند دل کی آواز ہے۔

جنھیں حضور ﷺ ستاروں پہ ڈالنا تھی کمند
بچھے ہوئے پامال راستوں کی طرح (۳۲)

محکومی کے استعارے امت محمدیہ ﷺ کے فرزند جنھیں ترقی کی منزلیں طے کرنا تھیں دنیا پر حکومت کرنا تھی آج وہ سامراج اور خود اپنی بے عملی کے ہاتھوں پامال ہیں کیسا پر فکر لہجہ جو شعر میں جان ڈال رہا ہے کہ وہ گذر گاہ جو لوگوں کے لیے آگے بڑھنے کا راستہ آج ہم اُس بچھے ہوئے (یعنی جو اُٹھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے) روندے ہوئے راستے کی طرح ہیں بربادی کا ماتم بے بسی کے لہجے میں چھپا صاف دکھائی دے رہا ہے۔

رنج والم اُن سے بیان کیا جاتا ہے جو دردمند ہوں۔ ایک آیت قرآنی کا مفہوم ہے کہ تمہارا رنج و غم میں پڑنا انہیں تکلیف دیتا ہے، ایک اور جگہ وہ تمہاری بھلائی کے حریص ہیں یعنی سراپا کرم دکھیا دلوں کے دکھ مداوا کرنے کے اتنے آرزو مند کہ رب نے "حریص" یعنی اُمت کی دادرسی کرنے کی حد نہیں۔ اسی لیے ریاض حسین چودھری "غزل کاسہ بکف" میں کہتے ہیں۔

جائوں کدھر؟ آگ کے شعلوں میں آشیاں سر پر ٹوٹا ہوا ہے مصائب کا آسماں
سر پر برہنہ سر ہے کھڑی شام رنج و غم، آقا ﷺ کرم، حضور ﷺ کرم، یا نبی کرم (۳۳)

اجتماعی دکھوں کے لیے اجتماعی لہجہ اپناتے ہوئے کہتے ہیں آقا ہم کہاں جائیں کہ گھروں کو آگ لگی ہوئی ہے۔ حرص، ہوس، خود غرضی، بے حیائی کی اور ان سب نے مل کر ظلم و ستم کیے مصیبتوں کا آسمان ٹوٹ پڑا ہے۔ ان دکھوں کی شام نے ہمیں گھیر رکھا ہے۔ یہ کہہ کر شاعر آپ ﷺ کو مختلف القابات یعنی آقا ﷺ، حضور اور یا نبی ﷺ پکارتا ہے کرم فرمائیں کہ اسی سے بگڑی بنے گی۔ مشکلوں سے نجات ملے شامِ غم صبح شادماں بنے گی۔

ذکرِ مدینہ، اُلفتِ مدینہ، یاد مدینہ ہر اُمتی کے دل کی آواز ہے اور شعرا نے اس موضوع پر متنوع نعتیہ اشعار لکھے اور دلوں میں مدینہ کی تڑپ کو مزید اُبھار دیا۔ زیر تجزیہ کتاب میں مدینہ کے عنوان سے دو نعتیہ لکھا ہے جس میں کل انتیس اشعار ہیں اور مختلف مضامین جن کی خاص بات لفظ مدینہ کی ردیف کو لے ہر شعر کا مضمون باندھنا ہے۔

ہر ذرے میں رکھ آیا ہوں میں چشم تمنا
او جھل نہ ہو نظروں سے دبستان مدینہ (۳۴)

مدینہ کا مسافر وہاں تا زیست قیام چاہتا ہے اسی مضمون کو غزل کاسہ بکف میں باندھا گیا ہے شاعر نے اپنی مدینے سے واپسی کے ذکر میں بیان کیا کہ میں اپنی آنکھیں مدینے کے ہر ذرے (چستی لفظ) میں رکھ آیا ہوں کیا خوب لکھا کہ ہر ذرہ میری آنکھ رکھتا ہے تاکہ میں باغ مدینہ کو زندگی بھر دیکھتا رہوں۔ کیا چشم تمنا کیا عظمت منظرِ مدینہ جسے وہ نظروں سے دور نہیں کرنا چاہتا۔

نعت کے باب میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ وہ ایک بھرپور زود گو نعتیہ غزل کہنے والے ہیں۔ اُن کے معاصرین کی کچھ آرا اس سلسلے میں دیکھیے۔ احمد ندیم قاسمی غزل کاسہ بکف کے فلیپ پر رائے دیتے ہیں۔

> ''وہ جب نعت کا آغاز کرتے ہیں تو اُن پر وارفتگی اور سپردگی کی ایسی کیفیت چھا جاتی ہے جسے وہ ہر ممکن مدحت جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ کیفیت حضور ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ انتہائی محبت کی غماز ہے اور اس حقیقت پر شاید ہی کسی کو شبہ ہو کہ ریاض چودھری اِس دور کا ایک بھرپور نعت نگار ہے'' (۳۵)

ڈاکٹر سلیم اختر نے غزل کاسہ بکف کے فلیپ پر رائے دی ہے۔ ''ریاض حسین چودھری نام و نمود کے سراب کے لیے سرگرداں نہیں۔ انہوں نے نعت گوئی داخلی کیفیات کے زیرِ اثر اختیار کی ہے۔ اسی لیے وہ مدحتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مقصودِ فن اور ثنائے رسول ﷺ کو قبلہ فن جانتے ہیں۔'' (۳۶)

بشیر حسین ناظم نے غزل کاسہ بکف کے پیش لفظ میں لکھا۔ ''وہ عالمِ ناسوت میں بیٹھ کر عالم لاہوت سے نکاتِ نادرہ حاصل کر کے عطارد کے سینے سے مقطر کر کے عرش سے فرش پر لے آتا اور اس محنت و سعی کے بعد قارئین و سامعین کے لیے سامانِ کیف و سرور پیدا کرتا ہے'' (۳۷)

ولادتِ نبی کریم ﷺ پر شعرا (خصوصاً نعت گو) نے طبع آزمائی کی ہے سو غزل کاسہ بکف میں ریاض حسین چودھری لکھتے ہیں۔

چھیڑا ہے کس نے عہدِ ولادت کا تذکرہ
فکرِ سخن میں چلنے لگے ریشمی ہوا (۳۸)

ہم دیکھتے ہیں کہ یہ اندازِ بیاں اپنا جداگانہ رکھتا ہے کہ کس نے عہدِ ولادت کا ذکر چھیڑا ہے کہ نعت گوئی جو اُن کے بقول فکر و سخن کی جنت ہے اُس نرم ملائم رحمتوں بھری ہوا چلنے لگی ہے۔

میلاد مصطفی کے مہینے کے سر پہ تاج

اے منتظر گیارہ مہینوں! ادب ادب (۳۹)

یہ شعر ادب کے دائروں میں گندھا استقبال ماہ ولادت کرتا نظر آرہا ہے شاعر کے بقول ربیع الاول کے سر پہ یہ تاج سجا ہے کہ اُس میں محمد مصطفی کی ولادت باسعادت ہوئی۔

سیرتِ مصطفی و سراپا، حلیہ مبارک، شمائل مصطفی پر بے شمار شعرا کے لا تعداد اشعار ہیں کہ وہ سراجاً منیرا، والقمر، والشمس کے نام سے قرآن میں مذکور ہیں ریاض حسین چودھری نے اس باب میں لکھا۔

میرے نبی ﷺ کا ہے رُخِ زیبا بھی روشنی

سرکار کا ہے اسوۂ حسنہ بھی روشنی (۴۰)

ان دو مصرعوں میں آقا ﷺ کی صورت و سیرت کا پورا باب گویا کوزے میں دریا بند کر دیا۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک، حسن و جمال تجلیات کا مرکز ہے روشنی جس سے کائنات کا ہر ذرہ ضو فشاں ہے دوسری طرف آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ تا قیامت نوع انسان کے لیے اور بالخصوص اہلِ ایمان کے لیے تقلید کا بہترین نمونہ ہے یہ وہ شمع ہے جس کے پروانوں کے لیے یہی مرکز و محور ہے اور وہ اسی سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کر رہے ہیں۔ سراپا کا بیان انہوں نے دوسروں سے ہٹ کر کیا۔

تاریخ ارتقائے بشر نے بصد ادب

دیکھا کہ ہے آسماں پر سراپا حضور ﷺ کا (۴۱)

منقبت وہ صنف شاعری جس میں شاعر اہلِ بیت اطہار، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور اولیاء اللہ کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

ریاض حسین منقبت کے سمندر کے بھی شناور ہیں وہ لکھتے ہیں۔

نیزے پہ جس کے سر نے شہادت خدا کی دی

آقا ﷺ کا وہ عظیم نواسہ بھی روشنی (۴۲)

نبی کریم ﷺ کے اہل بیت اطہار پر لکھنا شعرا کا اہم وظیفہ رہا طرح طرح مضمون ان کے رتبے کو بتانے کے لیے باندھے گئے ریاض حسین چودھری اہل بیت کے ذکر کو کیسا مجلی کرتے ہیں۔ ایک اور مثال دیکھیے

ہر روشنی نبی کے گھرانے کی ہے کنیز

ہر روشنی کا ہم سے تقاضا بھی روشنی (۴۳)

یہ شعر ریاض حسین کی فکر کے انداز کو واضح کر رہا ہے کہ زمانے بھر کی روشنیاں نبی ﷺ کے گھرانے کے سامنے پانی بھرتی نظر آتی ہیں۔ وہ لوگ جن کا حسن کردار زمانے کو جینے کے ڈھنگ سکھاتا ہے اور وہ ایسی روشن درخشاں، نیر و تاباں ہیں روشنی کے زمانے بھر کی رشنیاں ماند ہیں وہ بھی اُن کے در پہ کاسہ لیے کھڑے ہیں۔

دورِ حاضر کے تناظر میں دیکھیں تو اُن کا نقطہ نظر دوسرے شعرا سے مختلف اور استغاثہ کے انداز میں رقم ہے۔

عطا حوا کی بیٹی کو ہو چادر زینبؓ

یزیدوں کے علم آنچل بنے ہیں داشتائوں کے (۴۴)

وہ ایک درد مند شاعر (طبقۂ شعرا دوسروں کی نسبت حساس رویہ رکھتا ہے) جو امتِ مسلمہ کے دُکھ کو اس شدت سے محسوس کرتے ہیں کہ چادر زینب جو علامت ہے شرم و حیا کے ساتھ استقلال، جرأت اور عزم صمیم کی سو وہ حوا کی بیٹی کو وقت کے یزیدوں اور اُس کی حواریوں سے بچانے کے لیے بے اختیار چادرِ زینب کی عطا کے لیے بارگاہ خداوندی میں دستِ سوال اُٹھائے ہوئے ہیں۔ یہ لہجہ ریاض حسین چودھری کا خاصہ نظر آتا ہے۔

سیدنا علیؓ باب العلم کہے جاتے ہیں۔ اور تینوں خلفائے راشدین علمی و فقہی مسائل کے لیے اُن کی طرف دیکھتے۔ آقائے نامدار اُن سے خصوصی لگائو رکھتے تھے۔ ریاض حسین نے اُن کے مقام کو دو مصرعوں میں کیسے سمویا ملاحظہ ہو۔

چپ چاپ شہر علم کے در پر کھڑے رہو

موسم تمام اُن صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے علیؓ کے ہیں (۴۵)

اس شعر کی معنویت پر جائیں تو یہ راز کھلے گا سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ اس حد تک نبی کریم ﷺ کے پیارے تھے کہ اُنؓ کی خوشنودی میں نبی ﷺ کی خوشی پنہاں ہے۔

اللہ کریم کا ارشاد ہے۔ و تعلمو ھم کتب والحکمۃ (اور وہ انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں) یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آدمؑ کو جو اسماء بتائے گئے (وانبا ادم باسماھم۔ اور آدمؑ کو اُن (چیزوں) کے نام بتائے (باخبر کے گئے) اُس علم کی انتہا خاتم الانبیا ﷺ پر ہوئی آپ ﷺ کی ذات قیامت تک کے انسانوں کے لیے ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اکملیت کا درجہ عطا کیا آپ ﷺ شہر علم سیدنا ابو بکرؓ صدیق عماد العلم حضرت سیدنا علیؓ باب العلم ہیں یعنی علم (رضائے ربانی) کو جاننے کے لیے اُس دروازے پر کھڑا ہونا ہے۔ جہاں سے اندر جانے کی اجازت (رضا) حاصل

ہو گی۔ انہیں یہ مقام آقا ﷺ کی مکمل اتباع(صحبت صحیح) سے حاصل ہوا کہ اُن کی خوشی (مرضی) میں نبی کریم ﷺ خوشی بن گئی یوں ریاض حسین کے الفاظ میں آپ ﷺ کے در پر کھڑا ہو صائب اور سعادتِ سعید ہو جائے گا جب کھڑا ہونے والا سیدنا علیؓ کے مقام اور رضا سے واقف ہو گا۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی چمکتے ستارے ہیں کہ آپ ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے کہ میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں اُن میں سے جس کی اتباع کرو گے کامیاب ہو جاؤ گے۔ ریاض حسین چودھری حدیث نبوی ﷺ کے تناظر میں غزل کاسہ بکف میں لکھتے ہیں۔

تاریخ اُن کی راہِ محبت کی ہم سفر
میرے حضور ﷺ کے صحابہؓ بھی روشنی (۴۶)

انہوں نے لکھا ہے کہ تاریخ صحابہ کرامؓ کی سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ سے محبت کو دم بدم بیان کرتے ہیں۔ وہ جاں نثار ہمہ وقت جان کی قربانی کے لیے تیار تھے انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے براہِ راست تربیت پائی۔ آپ ﷺ کی اتباع کی سو اُن میں سے ہر ایک روشنی کا ہدایت کا استعارہ ہے۔ شاعر اس منظر کی وضاحت کے لیے صحابہؓ کو روشنی کہاہے جو رہنمائی کا بین راستہ ہیں۔

غزل کاسہ بکف میں ریاض حسین کی مختلف مذہبی اصناف کے فکری پہلو کا مکمل احاطہ کرنے کے لیے شاید کئی کتب درکار ہوں گی یہ ایک طائرانہ جھلک ہے کہ غزل کاسہ بکف میں ریاض حسین چودھری نے غزل کا کاسہ اُس درِ عالی پر منظوری و قبولیت کے لیے رکھ دیا کہ وہاں قابلیت سے زیادہ قبولیت ضروری ہے۔ انھوں نے اس نعتیہ مجموعے میں فنِ نعت گوئی کی اثر آفرینی کے وہ باب کھولے ہیں جو رسمیات سے ہٹ کر تغزل سے بھرپور اور ادب کے دائروں میں رہتے ہوئے اردو شاعری میں موجود مذہبی اصناف پر مشق سخن کرنے میں خاص مرتبے کے حامل ہیں۔

حوالہ جات

۱　انٹرویو، سٹی میگ، سیالکوٹ، جلد ۵ شمارہ ۵ ۲۰۱۰

۲　ریاض حسین چودھری، آبروئے ما، لاہور القمر انٹر پرائزز، اردو بازار ۲۰۱۴ ص ۱۸:

۳　ریاض حسین چودھری، رزقِ ثنا، لاہور، خزینہ علم وادب، اردو بازار ۱۹۹۹، ص ۱۸

۴　ریاض حسین چودھری، غزل کاسہ بکف، لاہور، مکتبہ تعمیرِ انسانیت، اردو بازار، ۲۰۱۳، ص:۱۴۳

۵　سورۃ الفاتحہ: اراجا رشید محمود احمد و نعت، لاہور، مکتبہ ایوانِ نعت ۱۹۸۸ ص ۷۷

۶　ریاض حسین چودھری، غزل کاسہ بکف، لاہور، مکتبہ تعمیرِ انسانیت، اردو بازار، ۲۰۱۳، ص:۴۵

۷　ایضاً، ص:۴۶

۸　القرآن۔ سورۃ الرحمن:۲۷

۹　ایضاً، البقرہ:۲۰

۱۰　ریاض حسین چودھری، غزل کاسہ بکف، لاہور، مکتبہ تعمیرِ انسانیت، اردو بازار، ۲۰۱۳، ص:۴۸

۱۱　القرآن، البقرہ:۱۶۵

۱۲　دائود عثمانی، ڈاکٹر۔ مرتب، نعت شناسی، کراچی، نعت ریسرچ سنٹر، ص:۸

۱۳　رشید وارثی، اردو نعت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ شریعتِ اسلامیہ کے تناظر میں، کراچی فضلی سنز، اردو بازار ۲۰۱۰، ص:۷

۱۴　ڈاکٹر سلیم اختر: نفسیاتی تنقید، لاہور، مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۹۸، ص:۴۹

۱۵　ایضاً، ص:۴۹

۱۶　ریاض حسین چودھری، غزل کاسہ بکف، لاہور، مکتبہ تعمیرِ انسانیت، اردو بازار، ۲۰۱۳، ص:۱۴۳

۱۷　ایضاً، ص:۵۷

۱۸　ایضاً، ص:۱۲۰

۱۹　ایضاً، ص:۱۷۸

۲۰　ایضاً، ص:۱۹۸

۲۱　ایضاً، ص:۱۲۱

۲۲　ایضاً، ص:۱۱۸

۲۳　ایضاً، ص:۱۷۴

۲۴　ایضاً، ص:۷۶

۲۵　ایضاً، ص:۱۵۴

۲۶　ایضاً، ص:۹۵

۲۷　القرآن، الاحزاب:۵۶

۲۸　ریاض حسین چودھری، غزل کاسہ بکف، لاہور، مکتبہ تعمیرِ انسانیت، اردو بازار، ۲۰۱۳، ص:۱۲۰

۲۹　القرآن الاحزاب۵۶-۵۸

۳۰　ریاض حسین چودھری، غزل کاسہ بکف، لاہور، مکتبہ تعمیرِ انسانیت، اردو بازار، ۲۰۱۳، ص:۷۹

۳۱　ریاض حسین چودھری، غزل کاسہ بکف، لاہور، مکتبہ تعمیرِ انسانیت، اردو بازار، ۲۰۱۳، ص:۱۵۰

۳۲　ایضاً، ص:۶۲

۳۳　ایضاً، ص:۷۶

۳۴　ایضاً، ص:۱۱۱

۳۵　ایضاً، ص:۱۹۱

۳۶　ایضاً، ص:۱۶۳

۳۷　ایضاً، ص:فلیپ

۳۸ ایضاً، ص:۱۲,۱۳

۳۹ ایضاً، ص:۱۴۳

۴۰ ایضاً، ص:۱۹۵

۴۱ ایضاً، ص:۱۳۴

۴۲ ایضاً، ص:۱۱۷

۴۳ ایضاً، ص:۱۳۳

۴۴ ایضاً، ص:۱۳۷

۴۵ ایضاً، ص:۱۴۹

۴۶ ایضاً، ص:۱۸۴

۴۷ ایضاً، ص:۱۳۳

۴۸ ایضاً، ص:۱۷۳